

مرکز کتب و نشر اسلامی
دعوت الی اللہ

وَمِنْ غَيْرِهِمْ أَفْئِدَةٌ تَقْبَلُ هُوَ الْخَيْرُ مِنَ الْخَيْرِ

سلسلہ تحقیق عقائد اسلام

مسمیٰ ب

علم الکلام

تفسیر نمبر

مؤلف

یکے از خادمان اسلام محمد ادریس کاندھلوی، مدرس دارالعلوم دیوبند

بাহتمام

مولوی محمد طیب و مولوی محمد طاہر صاحبان زاد مجتہدین

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
خُشْدُهُ وَتُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

سلف اور خلف میں ہمیشہ یہ طریق رہا ہے کہ جب کوئی تصنیف و تالیف فرماتے تو خلفاء و سلاطین کے یہاں اس کو پیش کرتے تھے، اسی سنت کے مطابق یہ خادم بھی اس معمولی تالیف کو قرمانروائے دکن اعلیٰ حضرت نظام الملۃ والدین سلطان الاسلام والمسلمین محی الملۃ خاتم الانبیاء والمرسلین ظل اللہ فی الارضین السلطان میر عثمان علی خان، خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ۔ آمین ثم آمین، کی بارگاہ میں بصد آداب و اجلال پیش کرتا ہوں۔ اور بارگاہ ایزدی میں صمیم قلب سے دست بدعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ذات شاہانہ کو اجار دین و ملۃ کے لئے شوکت و حشمت جاہ و جلال کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

محکم خسرانہ سے امید واثق ہو کہ سابق تالیفات کی طرح اس تالیف کو بھی شرف قبول عینیت
گر قبول افتد نہ ہے عز و شرف

الداعی

محمد آدریس، کاتبہ ہلوی مدرسہ العلوم

دیوبند۔ غفر اللہ لہ، ولالہ ، آمین

تسبیحات و تقدیسات

تشریفات

سُبْحَانَكَ يَا عَزِيزُ

وَلَا يَنْفَعُ شَيْءٌ مِنَ الرَّسْمِ بِحَدِّهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْلِيمَهُمْ

مِنْ قَصِيدَةِ الْبِرْعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى

فَسَبِّحْهُ مِنْ أَوَّلِ هُوَ أَخِرُ

اس ذات پاک کی تسبیح اور تہنیز یہ بیان کرتا ہوں کہ وہی اڈل اور آخر ہے

وَسُبْحَانَ مَنْ تَعْبُوهُ الْوُجُوهُ لَهِمَّ

اور اس کے سامنے تمام چہرے جھکتے ہیں اور ہر ذی عزت اس کے سامنے ذلیل ہو

وَمَنْ هُوَ ذَاكَ أَنْظِرْ لَنَا وَلَا شَيْئَهُ وَلَا مِثْلُ لَيْمِثْلُ

اور دہ یکتا ادویے نظیر ہے کوئی اُس کا شبیہ اور مماثل نہیں

وَمَنْ كَلَّتِ الْأَعْيُنُ عَنْ رُفُوفِ ذُنُوبِهِ
فَلَيْسَ كَرِهًا فِي الْيَقِينِ وَالْأَوَّلُ خَلْفٌ

تمام عقلیں اُس کے توصیف سے عاجز ہیں اور وہ کیفیت اور اس سے منزہ ہے

قرآن حکیم نے جا بجا اس کی تعلیم دی ہے کہ ذات خداوندی تمام نقائص

وحدت و یللی سے منزہ اور مقدس، ہر ذات و صفات میں بے مثل اور یکتا ہر نہ ذات

میں کوئی اس کا مثل اور ہمسر ہے اور نہ صفات اور افعال میں تمام عقول اور خیالات سے بالاتر ہے۔

ذات خداوندی کے لئے یہ ضروری ہو کہ وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ اور

ارفع ہو ورنہ اگر خدا کے لئے سب اعلیٰ اور ارفع ہونا ضروری ہو تو پھر ہر عالی کا اپنی ساقی کے لئے خدا ہونا جائز ہوگا اور ہر ساقی کو عباد اور ہر عالی کو معبود اور خدا کہہ سکیں گے بلکہ وہ شے کہ جو بعض کے اعتبار سے عالی اور بعض اعتبار سے ساقی ہو اسکو عباد اور معبود بندہ اور خدا دونوں طرح کہنا جائز ہوگا۔

وقال تعالى ليس كمثله شئ ولا يحيط به علم لئلا تعلم له سميا۔ ولا هو المثل الا اعلیٰ کوئی شے خدا کے مثل نہیں۔ اور نہ کوئی خدا کا ہمسر ہو کیونکہ کسی کو خدا کے ہم پلہ پاتے ہو خدا کی شان بہت اعلیٰ درجہ ہے کیا غلظ اور غیرہ غافل برابر ہو سکتے ہیں۔

افمن یخلق کمین الیخلق۔

وروی الحلیم الترمذی مرفوعاً عن اللہ حکیم ترمذی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت احتجب عن العقول کما احتجب عن الابصار نقل کی ہے کہ رب العزت جس طرح نگاہوں سے مستور ہی وفي المشنوی ء اسی طرح عقلوں سے بھی مستور ہے۔

دانکہ داندیشہ تا یاد آن خداست
دم مزین چون در عبارت نایدت
نہ کے زو مسلم دارد نہ نشان
کز فے اللہ دھسم فائدہ جز اثر
لیک کے داندہ جز او ماہلیش
کس نہ اند جز با تا رہوشال

ہرچہ اندیشی پذیر لے فناست
آن گو چون در اشارت نایدت
نہ اشارت می پذیرد نہ عیان
مرصفتش را چنان دان لے پسر
ظاہر است آثار و نور حستش
پنج ماہیات اوصاف کمال

حق حل و علا کی حقیقت ماہیت تو در کنار انسان اپنی ہی حقیقت معلوم کر نیسے قاصر ہے۔ حکمائے بہت کچھ عقل کو دریا لگ کر آج تک رُوح اور عقل اور قوۃ ورا کہ کی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ صرف چند خواص اور آثار کو معلوم کر سکے۔

پس جب انسان باوجود ہر وقت کے مشاہدے اپنی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکا۔ تو اس دریا اور ائمہ و درویش کی حقیقت پر کیسے مطلع ہو سکتا ہے۔

غنا و صمدیت وہ ہر شے سے مستغنی اور بی نیاز ہے کسی شے کی اس کو حاجت نہیں تمام عالم اپنے وجود اور بقائیں اسی کا محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ء

إِنَّ اللَّهَ لَخَبِيرُ الْعَالَمِينَ - { یقیناً حق تعالی تمام جہانوں سے بے نیاز ہے }

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ صَمَدٌ لَمْ يَلِدْ | اونی کریم آپ فرما دیجو کہ اللہ ایک ہی اور سب کے بیٹا نہ ہو نہ اولاد نہ ہو نہ
وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ | جتنا اس سے کوئی بنگایا۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔
تسبیح و تقدیس سے اس کا کوئی نفع نہیں۔ فسق و فجور سے اس کی کبر بانی پر کوئی اثر نہیں۔

ازلیہ وابدیت (۳) | وہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے وہی سب سے
اول ہے نہ کوئی اس سے پہلے ہے اور نہ کوئی اس کی ساتھ۔ اور وہی سب سے آخر ہے کوئی اسکے بعد نہیں
ہو الاول والاخر والظاهر والباطن | وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔

وَقَالَ الْبَنِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اللَّهُ | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے صرف اللہ کی ذات
وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ | تھی اور اس کی ساتھ کچھ نہ تھا۔

كُلٌّ مِنْ عِلْمِهَا فَاَنْ وَبِقِي وَجْهِهِ بَكَ | سب فنا ہو جائیگا اور صرف ذوالجلال والاکرام کی ذات پاک
ذوالجلال والاکرام | باقی بچائے گی۔

اور یہی تمام اہل اسلام کا جماعی اور مشفق علیہ عقیدہ ہے۔

اور اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارابی اور ابن سینا کی تکفیر کی ہے۔ اس لئے کہ
عقول اور نفوس اور مہیولی اور صورت اور سموات کے قدم کے قابل ہیں۔ لکن فی المکتوبات ۳۵۱
احاطہ | وہ سب کو محیط ہے کوئی شے اس کے احاطہ سے باہر نہیں اور نہ ہو سکتی ہو اور نہ کسی کو
اور نہ ہوگی۔

أَلَا إِنَّهُ يَكْبُلُ شَيْءٌ مَحِيْطٌ وَبِاللَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ | بیشک حق تعالیٰ سب کو محیط ہے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزیں
وَمَا فِي الْأَرْضِ كَانَ اللَّهُ يَكْبُلُ شَيْءٌ مَحِيْطٌ | اشرہی ملک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب کے محیط ہیں۔
وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ | تمام آدمی اللہ ہی کے احاطہ میں ہیں۔

قدرت و اختیار | حق تعالیٰ اپنے افعال میں قادر مختار ہے۔ شائبہ ایجاد اور وائمنہ اضطراب سے
بالکل منزہ ہے۔

مخلوقات میں جو کچھ بھی قدرت اور اختیار ہے وہ سب ایسی کا فیض و عطیہ ہو۔ پس یہ کس طرح
ممکن ہے کہ مخلوق تو اپنے افعال میں مختار ہو اور قادر مطلق اپنے افعال میں مجبور اور مضطر۔

ہر سلیم الفطرت خوب جانتا ہی کہ قدرت اور اختیار صفت کمال ہو اور ایجاب و منظر اکہلا ہوا عیب ہے۔
حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ فلاسفہ نے اپنی مفاہمت سے ایجاب
اور اضطرار ہی کو کمال سمجھا ہے۔

اور حق تعالیٰ شانہ کو ایسا معطل اور بیکار خیال کیا ہے کہ اس سے سوائے ایک مصنوع کے مدد و عاجز
نہیں رکھا۔ اور وہ بھی بالایجاب والاضطرار۔

اور تمام حوادث کو عقل فعال کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کا وجود سوائے اُن کے تخیل اور توہم کے
کہیں ثابت نہیں۔

ان کے لئے مناسب تھا کہ حوادث اور اضطرار کے وقت عقل فعال سے التجا کرتے اور خدا
ذوالجلال کی طرف رجوع نہ کرتے اس لئے کہ اُن کے زعم میں حوادث کا تعلق خدا کے ذوالجلال سے
نہیں۔ عقل فعال سے ہے بلکہ عقل فعال کی جانب بھی نہیں اس لئے کہ وہ بھی فاعل بالایجاب ہے
مصائب اور بلائیکے دفع کرنیکا اسکو بھی کوئی اختیار نہیں

احکام منزلہ اور اخبار مرسلہ کی تکذیب اور انکار اس فرقہ کا خاص شعار ہے۔

اپنے مطالبہ اہیہ کے ثابت کرنے میں مستقدر تلبیس اور تبلیغ سے کام لیا ہے اُنکی نظیر نہیں ہے
اور جس دہیہ اپنے موہوم اور مظلون اور خیالی مقاصد کے ثابت کرنے میں غبط لائق ہوا، وہ کسی مغیہ
اور نادان کو بھی نہیں لائق ہوا۔ اور علیٰ ہذا اُن کے تمام منسحق اور منتظم دلائل محض لابی و لاطائل ہیں۔
فلسفہ چون اکثر ثنائی شدہ فلسفہ ہیں کل اُن
ہم سفسہ باشند کہ حکم کل حکم اکثر سبب
کذا فی المکتوبات صفحہ ۳۱۵ جلد ۱

حق تعالیٰ کسی کیسا تہہ متحد نہیں | حق تعالیٰ کسی شے کیسا تہہ متحد نہیں اور نہ کوئی شے

شان یہ ہو کہ لیسۃ حیلہ شے۔ نہ کوئی اُس کا ذات میں مماثل ہے اور نہ کسی صفۃ اور نہ کسی فعل میں
کوئی اُس کا شریک ہو تو پھر اتحاد کیسا اور بعض صوفیہ کرام کے کلمات سے جو اتحاد کا یہام ہوتا ہے وہ
سراسر اُن کے مقصد اور مراد کے خلاف ہے۔

اُن کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ بندہ خدا کیسا تہہ متحد ہو جاتا ہو اسلئے کہ یہ سراسر کفر اور الحاد اور زندقہ ہے

تعالیٰ اللہ عما یقول المظالم علواً کبیراً۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ ماقدس سرہمی فرمودہ اند کہ معنی عبارت انا الحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نسیم و موجود حق است۔ بجانہ و تغیر و تبدل را بذات و صفات و افعال و تعالیٰ راہ نیست فیضان من لا یتغیر بذاتہ و لا یتبدل و لا فاعالہ بحدوث الاحکام۔

مکتوب ۲۶۶ صفحہ ۳۱۴ دستراول

حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ انا الحق کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میں حق اور خدا ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ میں نہیں ہوں صرف حق تعالیٰ موجود ہے کہ جسکی لگاؤ میں تغیرات و تبدل صفات و افعال کا کوئی گزر نہیں وہ ذات ذوالجلال اپنی ذات اور تمام صفات اور افعال میں تغیر اور تبدل سے منزہ ہے۔ موجودات کے تغیر سے اُس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے۔

مثلاً لوہا اگر آگ میں ڈال دیا جائے اور وہ لوہا آگ کے فیضِ محبت سے ایسا صاف اور شاف اور سُرخ ہو جائے کہ آگ کا ہم رنگ بن جائے اور اُس حالت میں یہ لوہا بیزبانِ حال اَنَا النَّارُ کہے تو وہ حقیقت اور یہ مطلب نہیں کہ میں فی حد ذاتہ نار ہوں بلکہ یہ اُن اَنارِ طیرت راجع ہے کہ جو لوہے میں آگ کے فیضِ محبت سے پیدا ہو گئے ہیں۔

یا کوئی اُصاف و شفاف آئینہ کہ جو آفتاب کی شعاعوں سے جل گیا اُٹھا ہو اور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ گویا یہی آفتاب ہے ایسی حالت میں اگر یہ آئینہ اَنَا الشَّمْسُ (میں آفتاب ہوں) کہے تو اُس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ میں حقیقت آفتاب ہوں بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں کچھ نہیں ہے جو کچھ شعاعیں اور انوارِ مجہ میں موجزن ہیں وہ آفتاب کی تجلی اور انعکاس کا پرتو ہے۔ اسی طرح مقررانِ الٰہی کہ جن کے قلوب آئینہ سے زائید صاف اور شفاف مصطفیٰ اور تجلی ہو جاتے ہیں اور اُس نور السموات والارض کے انوار اور تجلیات اُن میں منعکس ہوئے لگتی ہیں ایسی حالت میں ان حضرات سے ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں کہ جن کو عوام اور قاصر الافہام ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں کہ جو ان کے دین ایمان کے لئے باعثِ تحریب ہوتا ہو۔

اور فی الحقیقت اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو ہم حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کر چکے ہیں۔ اور مولانا نے رومی قدس سرہ السامی نے اس مسئلہ کو مثنوی میں مختلف طریق سے

متعدد مواضع میں حل فرمایا ہو۔ اختصاراً صرف ایک جگہ کا کلام ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہو۔

معتشوقے از عاشق پرسید کہ خود را دوست تر داری یا مرگفت من از خود مرده ام و بتو زندہ ام
از خود و از صفات خود نیست شدہ ام و بتو هست شدہ ام علم خود را فراموش کردہ ام، و از علم تو عالم شدہ
ام، قدرت خود را بباد دادہ ام، و از قدرت تو قادر شدہ ام۔ اگر خود را دوست دارم۔ ترا دوست داشتم
باشم و اگر ترا دوست داشتم باشم خود را دوست داشتم باشم ۵

ہرگز آئینہ یعتین باشد اگرچہ خود میں خدا کے بین باشد

اخرج بصفتی الى خلقی من راک فقد رآنی ومن قصدک قصدنی ومن اجاک
احبنی وقبلی علی هذا ۵

گفت معتشوقے بعاشق زارستان
مر مرا تو دوست تر داری عجب
گفت من در تو چنان فانی شدم
بر من از هستی من جز نام نیست
زان سبب فانی شدم من اینچنین
بچو سنگی که شود کل لعل ناب
بعد از آن گردوست دارد خویش را
و در که خود را دوست دارد او بجان
خواه خود را دوست دارد لعل ناب
اندیزین دو دوستی خود فرق نیست
مانند او لعل خود را دشمن است
تا نکه ظلمانی ست سنگ ای با حضور
خویش را گردوست دارد کافرست
پس نشاید که بگوید سنگ انا
گفت فرعون انا الحق گشت بپست

لا دلت از خود مرده ام

در صبحی کای فلان ابن العکلان
یا که خود را راست گویا ذالکرب
که پریم من از تو از سر تا قدم
در وجودم جز تو ای خوش کام نیست
بچو سرکه در تو محراب انجبین
پر شود او از صفات آفتاب
دوستی خود بود آن لے مستی
دوستی خویش باشد بیگان
خواه یا او دوست دارد آفتاب
هر دو جانب جز ضیای شرق نیست
تا نکه یک من نیست اینجا و آن است
هست ظلمانی حقیقت صند نور
تا نکه او مستاع شمس اکبرست
او همه تاریکی است و در فنا
گفت منصلوی انا الحق و برست

<p>وین انار ارحمہ اللہ در قفا آن عدوی نور بود و این عشیق</p>	<p>آن انار لعنہ اللہ در قفا ز آنکہ او سنگ سیدہ بدین عشیق</p>
<p>•</p>	<p>دکذا فی الدفتر الخامس من المتنوی صفحہ ۱۴۳</p>
<p>نہایت ان یکنون لہ دل جب خدا کا وحدہ لا شریک نہ تھا ثابت ہو گیا تو پھر اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ خدا کے لئے نہ بیٹا ہو سکتا ہو اور نہ بیٹی۔ اس لئے کہ اولاد مان باپ کے ہم جنس ہو کر تھی پس معاذ اللہ اگر کوئی خدا کے بیٹا ہو گا تو وہ خدا کے ہم جنس ہو گا کہ جو توحید کے سراسر خلاف ہو۔ نیز ایک ذات مرابا احتیاج کو خدا ماننا اور الوہیت میں اسکو شریک سمجھنا کھلی ہوئی نادانی ہو۔ قَالَ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ اوجی کریم آپ فرمادیجئے کہ شریک ہو اور بی نیاز ہو نہ اُس نے وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ کیسکو جتانہ وہ کسی سے جنگیا۔ اور نہ کوئی اسکا ہمسرا ہو۔</p>	<p>اگر تو مردے را بخوانی فاطمہ قصہ خون تو کند تا ممکن است فاطمہ مدح است در حق زنان دست ہا در حق ما استایش ست لَمْ يُولَدْ لَمْ يُولَدْ اورا لائق ست ہرچہ جسم آمد ولادت و صف ست ز آنکہ از کون و فساد دست دہمین</p>
<p>اگرچہ یک جنس اند مر دوزن ہم اگرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن منت مردہا گوئی بود جسم سنان در حق پاکتی حق آلایش ست والد و مولود را او خالق ست ہرچہ مولود دست او زین سوی جوت عادت ست و محمدؐ نے خواہد بعثتین</p>	<p>تخلیق و تکوین * وہ سب کا خالق ہے کوئی شے ایسی نہیں کہ جو اسکی تخلیق اور تکوین سے مستثنی ہو۔ اپنی مشیت اور اختیار سے پیدا کرتا ہو۔ اپنے ارادہ سے وجود عطا کرتا ہو۔ وجود کا مستعار خلعت جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہو۔ کسی شے کا وجود اصلی اور خانہ زاد نہیں سب اُسی کا عطیہ ہے۔ جس طرح نور زمین اصلی اور خانہ زاد نہیں محض آفتاب کا فیض ہے جب چاہے اپنی شعاعوں سے اسکو منور کرے اور جب چاہے اپنی شعاعوں کے فیض سے اسکو محروم کر دے۔ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ الشہری تھمارے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہی سب چیزیں</p>

فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ - خالق ہو۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ اور وہی ہر چیز کا کارساز ہو۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخَيَرَةُ ۚ
اللہ ہی جو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہو لوگوں کو اختیار نہیں ۚ

پس جس طرح نور زمین آفتاب کا ایک پرتوہ اور عکس ہے حرکت طلوعی میں عطا کرتا ہو اور حرکت غروبی ضبط کر لیتا ہے۔

اسی طرح تمام کائنات کا وجود اسی کے وجود ازل کا ایک پرتوہ اور عکس ہے اور یہ پرتوہ اور عکس بھی اسی کے ارادہ اور مشیت کے تابع ہے۔ جب ارادہ کرتا ہو تو نور وجود کے عکس سے سبع سموات اور ارضین کو منور کر دیتا ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔

اور جب چاہتا ہو تو یہ معمولی عکس اور پرتوہ بھی مخلوقات سے چھین لیتا ہو۔

جس طرح زمین اصل حقیقہ کے لحاظ سے منظم اور تاریک ہے اسی طرح تمام حقائق اسکانیہ اپنی ذات سے سراسر اعدام ہیں۔ اصل حقیقہ کے لحاظ سے زمین وجود سے بالکل محروم ہیں۔ جس طرح زمین آفتاب کے لئے ایک آئینہ ظلمت ہے اسی طرح تمام عالم واجب جل مجدہ کے سامنے ایک آئینہ عدم ہے جس میں واجب الوجود کا وجود ازل اور صفات کمالیہ منعکس ہو رہی ہیں۔

اس وجود ازل کے انعکاس ہی نے ان اعدام (یعنی حقائق اسکانیہ) کو وجود ممکن کے ساتھ موصوفت کر دیا ہے اگر ان اعدام میں یہ وجود ازل منعکس نہ ہوتا۔ تو یہ ممکنات ایمان ثابتہ اور موجودات خارجہ نہ کہا سکتیں لہذا یہ خدمات ان حقائق اسکانیہ کیلئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اور یہ عکوس اور ظلال بمنزلہ صورت کے ہیں اور ان کے مجموعہ کا نام ایمان ثابتہ اور موجودات خارجہ ہو۔ ۵

کل مافی الکوّن وھمّا وخیال	او عکوس فی المرآیا او ظلال
----------------------------	----------------------------

اور اسی مضمون کو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۵

پشاس کہ کائنات رود عدم اند	بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
لہن کون معلق از خیال وہ ہم سمت	باقی ہمگی ظہور نور قدم اند
پناہ بلندی پستی توئی	بہ نیستند انچه ہستی توئی

اس مضمون کی اگر زائد تفصیل درکار ہو تو مکتوبات مجددیہ اور تفسیحات الہیہ کے مراجعت فرمائے۔

میری غرض سے اس مضمون کے نقل کرنے سے یہ کہ ناظرین یہ خوب سمجھ جائیں کہ تمام عالم کا یہ نام نہاد وجود سایہ بکس سے زائد حقیقت نہیں رکھتا اصل حقیقت اسکی سراسر عدم ہو۔

لہذا عالم کا ہر ہر جزاء اور ہر ذرہ اصل ذات سے عدم ہے فقط اس نور السعوات والارض کی تجلی سے اس آئینہ عدم (یعنی عالم) میں ایک معمولی سی چمک پیدا ہو گئی جسکو وجود حادث کہتے ہیں۔ خدا کی قدرت کا کرسشمہ دیکھئے کہ آج وہ آئینہ عدم اس عکس اور ظل کو حقیقت اور اصل خیال کرتا ہے اور اپنے عدم اصلی کا استغناء شدہ وقت سے انکار کرتا ہو۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔

اپنی اصل فطرت اور مادہ کو ازلی اور قدیم بتلاتا ہو۔

اولیٰ ذکر الانسان انا خلقناک من قبل ولم یکن شیئاً
کیا انسان یاد چس کرتا کہ ہم نے اسے پیدا کیا حالانکہ وہ پہلے کچھ بھی نہ تھا۔

سماجی جماعت کو اپنے اس خیال پر مہبت اصرار ہے کہ عدم محض سے کوئی شے پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ محض ایک تخیل اور توہم ہے جس کا منشاء صرف استغناء ہے کہ آپ نے نیست سے ہست ہونے کا کبھی مشاہدہ نہیں کیا۔

سماج کا یہ استدلال اگر اس کے نزدیک صحیح ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ سمن جنے ابتداء عالم میں جو ان آدمیوں کا زمین سے دفعتاً پیدا ہونا کب دیکھا ہے۔

اور بغیر کانوں کے سنا اور بغیر آنکھوں کے دیکھنا کب آپ کے مشاہدہ میں آیا ہو۔

پس جس طرح حق تعالیٰ آپ کے نزدیک بغیر آنکھ کے سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتے ہیں اور بغیر کان کے سب کی باتیں سنتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح بدون مادہ اور روح کے اعانت کے وہ عدم محض سے موجود کرتے ہیں اگر عدم محض سے موجود ہونا کبھی آپ کے مشاہدہ میں نہیں آیا تو بغیر آنکھ کے دیکھنا اور بغیر کان کے سنا کب آپ کے مشاہدہ میں آیا ہو۔

حقیقت یہ ہو کہ ہر شے کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی۔ درمیانی۔ انتہائی۔ ہر حالت دوسری حالت کے بالکل جُدا اور ممتاز ہے۔ ہر حالت کے احکام علیحدہ اور جدا گانہ ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا سخت نادانی ہے۔

آپ نے دنیا کی صرف درمیانی حالت کو دیکھا ہو۔ ابتدائی حالت آپ کی نظروں سے غائب ہو اور نہ کوئی درمیانی ابتدا کی حالت کا مشاہدہ کر سکتا ہو۔

درمیانی حالت میں اگر ایک شے دوسری شے سے ملکر بنتی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں کہ ابتدا میں بھی تکوین اور تخلیق اسی طرح ہوئی ہو۔

جس طرح کہ حالت موجودہ میں والدین سے پیدائش ظاہر ہو رہی ہے، لیکن یہ اس کی دلیل نہیں کہ ابتدا میں بھی اسی طریق سے ولادت ہوئی ہو۔

ہر چیز آلات سے بنتی ہو مگر آلات کے آلات نہیں ہوتے ان کو بنانے والے نے بدون آلات ہی کے بنایا ہو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نیستی اور ہستی ایک دوسرے کی ضد ہو۔ ایک ضد دوسری ضد کی سطح ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح وہ عظیم و قدیر حتیٰ سے میثت اور دلیل سے ہمارا کمال نکال سکتا ہے اسی طرح وہ عظیم و قدیر نیست سے ہست بھی کر سکتا ہو۔

قال تعالیٰ ان الله فائق الحب والنوى يخرج
الحی من المیت وخرج المیت من الحی
ذلّٰہم الله فانی تو فکون فائق الاصباح و
جعل اللیل سکنًا والشمس والقمر حسیباناً
ذلک تقدیر العزیز العلیم (سورہ النعام)
بیشک انشہی دہ کو پہاڑ کی درخت نکالنے والا ہے اور وہی
ذندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہو۔ یہی تھا
خدا ہے پس تم کہاں بہک رہے ہو اور وہی صبح کو نکلے
والا ہو اور اسی نے رات کو آرام کیلئے اور شمس و قمر کو حساب
کیلئے بنایا ہے۔ یہ خدا ہے غالب اور عظیم کا انداز ہو۔

وجعلنا اللیل والنہار آیتین فھو نا آیتہ اللیل
وجعلنا آیتہ النہار مبصرۃ (سورہ)
ایں ہمارا کو ہم نے اپنی قدرت کی دو نشانیان بنائی ہیں رات
کی نشانی کو بے نور اور دن کی نشانی کو منور بنایا ہو۔

وھو الله لا الہ الا ھو له الحمد فی الاولی والاخری
ولہ الحکم والیوم ترجعون
وہی خدا ہی اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کیلئے دینا اور آخرت میں
ستارش ہو اور اسی کی حکومت ہو اور اسی کی طرف سب کی طرف جانا ہوگا۔

قل اولیٰ یم ان جعل الله علیکم مہمدا الی
یوم القیامۃ من الہ غیر الله یتلکم بھنیاء
ولا تمھون قل اولیٰ یم ان جعل الله علیکم
لے نبی کریم آپ فرمائیے کہ تم کو یہی کہ اگر خدا قیامت تک کیلئے
رات ہی کو ماتی رکھے تو اس کے ہوا کوں ہو کہ جو تمہارے لیے روشنی
پیدا کرے پس کیا تم اس حق بات کو سننے نہیں اور فراموش

در عدم هستی برادر چون بود سوال بقا در حق مخرج الحی من المیت بدان پس حزنانه ضیغ حق باشد عدم مبتدع آمد حق و مبدء آن بود	ضد اندر ضد چون مکنوں بود که عدم آمد امید عابدان که بر آرد نعطاً با دبسم کو بر آرد فرع بے اصل وسند
---	--

(مثنوی صفحہ ۹۱ ج ۵)

قطرہ کو در ہوا باشد یا کہ ریخت گرد آید در عدم یا عدم صد ہزاراں ضد ضد را می کشد از عدم ہا سنوی ہستی ہر زمان خاصہ ہر شب جلد افکار و عقول باز وقت صبح آن الہیان	از حزنینہ قدرت تو کے گنجیت چو بخواہیش او کند از سر قدم باز شان حکم تو بیرون می کشد ہست یارب کاروان در کاروان نیست گرد و جلد در بحر نعل برزند از بحر سر چون طلیان
---	---

از حزنینہ

(صفحہ ۱۶ ج ۱)

تکوین عالم از نیستی و عدم

عَلَامَہ احمد بن مسکویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

(۱) اس میں غالباً کسی کو بھی شک نہ ہوگا کہ جب مادہ کوئی جدید صورت اختیار کرتا ہے تو پہلی صورت بالکل معدوم ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اگر صورت قدیمہ معدوم نہ ہو تو صرف ذرا احتمال ہیں۔
اول یہ کہ یہ صورت جسم سے علیحدہ ہوتے کے بعد کسی دوسرے جسم کو لاحق ہو جائے لیکن یہ سراسر مشاہدہ کے خلاف ہے، خیر یا موم کو جب ہم کسی دوسری شکل میں بدل ڈالتے ہیں تو ہماری اس تبدیل سے وہ پہلی شکل کسی جسم کو نہیں لاحق ہو جاتی۔
دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس جسم میں جدید صورت کیسے پہلی صورت بھی باقی ہے سو یہ احتمال

اسلئے باطل ہے کہ اس میں اجتماع مفیدین لازم آتا ہو مثلاً فرض کیجئے کہ پہلی صورت مستدیر تہی اور دوسری مستطیل۔ پس یہ کیسے ممکن ہو کہ ایک شے ایک ہی حالت میں مستطیل رہی ہو اور مستدیر پہلی مستطیل بھی ہو اور مدور بھی۔

غرض یہ کہ آپ کو طوعا و کرہا۔ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ پہلی صورت بالکل معدوم ہو گئی اور اس جدید صورت نے یقیناً عدم محض سے نکل کر عالم وجود میں قدم رکھا ہے۔

اس تقریر سے صور اور اشکال کا حادث ہونا اور ان کا عدم محض سے وجود میں آنا بخوبی ثابت ہو گیا رہا مادہ سو وہ کسی حالت میں بھی صورت سے خالی ہو کر موجود نہیں ہو سکتا۔

مادہ جس حالت میں بھی ہوگا کوئی نئی صورت اس کیلئے ضرور ہوگی۔ غلاصہ یہ کہ مادہ اور صورت دونوں متلازم ہیں۔

پس جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ صورت حادث ہو اور عدم محض سے وجود میں آتی ہو اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت ہو چکا کہ مادہ کسی حالت میں سے صورت سے علیحدہ ہو کر موجود نہیں ہو سکتا۔

پس ضرور ہے کہ مادہ بھی ضرور صورت کی طرح حادث ہو اور عدم محض سے وجود میں آیا ہو۔

ورنہ اگر مادہ قدیم ہو تو صورت کا بھی قدیم ہونا لازم آئے گا اسلئے کہ ملزوم (مادہ) کا قدیم ہونا لازماً (صورت) کے قدیم ہونے کو مستلزم ہو۔

مثلاً چار میں اور زوجیت میں متلازم پانچ میں اور فردیت میں لزوم ہے۔ جب زوجیت ہے اُسی وقت سے چار بھی ہیں یہ ناممکن ہے کہ چار ہوں اور زوجیت نہ ہو۔

پانچ ہوں اور فردیت نہ ہو۔ علیٰ ہذا یہ بھی ناممکن ہو کہ زوجیت ہو مگر چار یا چار کے ہم معنی (یعنی برابر کے دو حصوں پر منقسم ہونے والا)

کوئی عدد نہ ہو۔ یا مثلاً جب آفتاب ہوگا تو دن ضرور ہوگا آفتاب کا بغیر دن کے اور دن کا بغیر آفتاب کے پایا جانا محال ہے۔

ایسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ مادہ ہو اور اُس کو کوئی صورت اور کسی قسم کی شکل لاحق نہ ہو۔ یا صوت ہو مگر مادہ نہ ہو۔ غرض

یہ کہ دونوں متلازم ہیں اور مثلاً زمین کیلئے یہ ضرور ہے کہ دونوں کا وجود ایک ہی وقت شروع ہو

ٹھیک اسی طرح مادہ کا وجود بھی اسی وقت سے ہونا چاہئے جو وقت سے کہ صورت کا وجود ہے اور صورت کا وجود ظاہر ہے کہ ازلی اور قدیم نہیں پس مادہ کا وجود کہاں سے ازلی اور قدیم ہو سکتا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ بھی صورت کی طرح عدم محض سے وجود میں آیا ہوا اسلئے کہ مادہ بسیط ہی اس سے پہلے کوئی اور شئی نہ تھی کہ جس کی نسبت یہ کہا جائے کہ یہ مادہ اُس سے پیدا ہوا کیونکہ اس صورت میں مادہ کیلئے مادہ ہونا لازم آتا ہے۔

(۳) بلکہ ہر شے اپنے عدم ہی سے وجود میں آتی ہو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ اپنی ضد ہی سے منکسر ظاہر ہوتا ہے۔

حیوان غیر حیوان یعنی مٹی سے اور مٹی غیر مٹی یعنی دم سے اور دم غیر دم یعنی خداسے اور غذا غیر غذا یعنی نباتات سے۔ اور نباتات غیر نباتات یعنی عناصر اور اجزاء سے پیدا ہوتے ہیں۔ بغیر صورت دھوکے کے فنا ہوئے۔ صورت حیوانی کا پیدا ہونا محال ہو۔ علی الاصولت غذائی اور صورت نباتی کا بغیر صورت عنصری کے فنا ہوئے پیدا ہونا محال ہو۔ غرض یہ کہ ہر وجود عدم کو متعلق ہو۔

پس جس طرح ہر دو میں وجود سے پہلے ایک عدم ہی ٹھیک اسی طرح بساط اور ذرات کے دو میں بھی وجود سے پہلے ایک بسیط عدم ہونا چاہئے کہ جس سے یہ بساط اور ذرات نمودار ہو سکیں۔ (۴) نیز ایجاب ہمیشہ عدم سے ہوا کرتی ہے دو موجود چیزوں کے ملائی نہ کا نام ایجاب نہیں اُس کو ترکیب کہتے ہیں کذا فی الفوز الاصف ص ۳۰ و فی المنشی ص ۱۶۸ جلد ۵

کار گاہ ہست کن جز نیست چیت
یا نہ لے کار داند ر مغر سے
تخم کار و موضع کشت نیست

ہست مطلق کار ساز نیستی ست
بر نوشتہ هیچ بنوید کے
کا قدے جوید کہ آن نوشتہ نیست

حدوث عالم پر
دوبارہ نظر

الحاد پسند طبیعتوں نے جو بہتر سے بہتر اور قوی سے قوی جہت قدم عالم کیلئے انزعاج کی ہے۔

ہے کہ اگر اس عالم کو حادث مان لیا جائے تو آفرینش عالم سے پہلے خدا کی شان تکوین اور تخلیق کا معطل اور بیکار ہونا لازم آتا ہے۔

نیز جب اس کی شان تکوین اور صفت خالقیت ازلی اور قدیم ہے تو سکونات اور مخلوقات بھی قدیم اور ازلی ہونی چاہئیں۔

جواب

حقیقت یہ ہے کہ کسی صفت کا وجود اسکے اظہار پر موقوف نہیں۔ مثلاً کاتب اور شاعر جس حالت میں کاتب سے فارغ ہو اس وقت میں بھی کاتب اور شاعر ہی۔ تلوار جبوقت نیام میں ہو اسوقت بھی قاتل ہو سکتیہ جبوقت شیشی میں ہے اسوقت بھی قاتل اور ہلک ہو سکتیہ لیکن ظہور اس قتل اور ہلاک کا تلوار کے چلانے پر اور سنکھیہ کے استعمال پر موقوف ہو۔

اگر بیشک ہر حال میں محرق ہو لیکن ظہور اس کا جب ہوگا کہ جب کوئی شے اس سے متعلق ہو ٹھیک اس طرح وہ ذات پاک ہمیشہ سے خالق ہو لیکن خالقیت کا ظہور جب ہوگا کہ جب صفت تکوین اور تخلیق اس کے ساتھ متعلق ہو۔

خلاصہ یہ کہ صفات قدیم اور ازلی ہیں اور ان کے تعلقات اور تعلقات حادث ہیں۔

غرض یہ کہ انصاف۔ اور شے ہے اور ظہور اور شے ہے۔ عدم ظہور سے عدم انصاف لازم نہیں ظہور نہ ہونے سے انصاف پر کوئی اثر نہیں پڑتا ورنہ لازم آئیگا کہ موصوف ظہور و صفت سے پہلے موصوف بالوصف ہی نہ رہے۔

اسی طرح عدم ظہور خالقیت سے خدا کو غیر خالق سمجھ لینا سخت نادانی ہے۔ مزید توضیح کیلئے ایک مثال سمجھو وہ یہ کہ نور اور شعل آفتاب کیلئے لازم اور غیر منفک ہیں۔ اسلئے کہ آفتاب کی ذات انوار اور شعاعوں کیلئے منبع اور سرچشمہ ہے۔

لیکن اگر ایک طرف نور اور شعل کا تعلق آفتاب کے ساتھ ہو تو دوسری طرف زمین کے ساتھ بھی ہو لیکن آفتاب کے ساتھ دائمی ہو اور کسی وقت نور اور شعل آفتاب منفک نہیں ہوتے۔

اور زمین کیساتھ تعلق حادث ہے اسی وجہ سے زمین بھی روشن ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ نور آفتاب زمین کیلئے ایسا ہے جیسا انسان کیلئے سایہ اور عکس اور وہ کوئی لازمی اور دائمی شے نہیں۔ یقیناً ایک حادث اور

فانی شے ہے۔ اسی طرح صفت تکوین اور تخلیق اور تزیین اور احیاء و اموات کا تعلق ایک ہی جن علی سے ہے اور یہ تعلق دائمی اور لازمی ہو اس میں کبھی تغیر نہیں آ سکتا۔ وہ ہر حال میں ان صفات کمال کے ساتھ موصوف ہی دوسرے تعلق ممکنات اور حادثات کیساتھ ہو اور وہ حادثہ ہی مثلاً لک کیساتھ ہے۔ صفت احیاء کا تعلق ہو گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور چند روز کے بعد صفت اموات کا تعلق ہو گیا تو وہ مر گیا۔ غرض یہ کہ یہ تعلق حادثہ ہی اور ایسی کیوجہ سے ممکنات میں تغیر اور تبدل ہوتا رہتا ہے۔ کبھی کوئی نفعی ہے اور کوئی مفلس کوئی عالم اور کوئی محکوم۔ اس تغیر سے ذات باری تعالیٰ عزائم میں کوئی تغیر لازم نہیں آتا۔

اگر آفتاب کی شعاعوں اور کرکوں کا تعلق درو دیوار کے ساتھ نہ ہو تو اس سے آفتاب کی ذات یا مقام میں کیا نقصان۔

اسی طرح اگر اُس ذات احدیت کی شان تکوین اور تخلیق اور صفت ملکیت کا کسی کیساتھ بھی تعلق نہ ہو تو تب بھی وہ خالق اور مالک ہی۔ اُس کا خالق اور مالک ہونا عالم کے پیدا ہونے پر کسی طرح موقوف نہیں اور صی طرح وہ آفرینش عالم سے پہلے مالک تھا اسی طرح وہ اس عالم فناء ہونے کے بعد مالک رہیگا۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے کہ جب سب مر چکے ہوں گے تو وہ عالم الحاکمین یہ فرمایگا۔

لَیْسَ الْمَلِکُ الْیَوْمَ دُنَّ الْوَاحِدِ الْقَهَّارُ

خلاصہ

یہ کہ یہ صفات قدیم ہیں اور تعلقات اور متعلقات سب حادث ہیں کل یوم ہوتی شان چنانچہ بھومیکا کے صفحہ ۱ پر ہے۔

پیدائش عالم سے پہلے خدا اس پیدا شدہ عالم کا ایک بے عدیل مالک تھا۔ اور ستیا تھ پرکا کے صفحہ ۱۲ پر ہے۔

تمام مخلوقات کا ایک ہی مالک اعلیٰ تھا جو سب جگت موجود ہونے سے پہلے موجود تھا آہ ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پیدائش سے پہلے ہی خالق اور مالک تھا پیدائش بعد میں ہوئی اس کا خالق اور مالک ہوتا اس پر موقوف نہیں کہ عالم ہمیشہ سے اُس کیساتھ ہی ازل اور قدیم ہو اور اگر خدا کا خالق اور مالک ہونا مادہ اور روح کے قدیم ہونے پر موقوف ہو تو

خدا اپنے موصوف ہونے میں دوسرے کا محتاج ہوگا جو اس کے موصوف بالذات ہونیکے سراسر خلاف ہے اسلئے کہ موصوف بالذات اسکو کہتے ہیں کہ جو اپنا نقصان میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

پادری مول اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے،
مقدس نوشتوں کی تعلیم ہے کہ مادہ یا روح کی اہل خواہ کچھ ہی ہو لیکن مادی اور روحانی جہان
خدا کی ہستی اور ازلی اور خود مختاری کے شرائط نہیں بلکہ اس کے نتیجے ہیں الخ۔

(۲)

علاوہ ازیں اگر صفت قدیم ہونے سے متعلق حکمت قدیم ہونا ضروری ہے تو پھر عالم کی ہر ہر چیز قدیم اور ازلی ہونی چاہئے اسلئے صفت خالقیت اور مالکیت کا تعلق صرف ایک روشی سے نہیں ہر فرد ہر فرد کے ساتھ ہے علیٰ ہذا موت اور حیات اور رزق وغیرہ بھی ازلی ہونی چاہئیں۔ غرض یہ کہ اس بنا پر کوئی شے قدیم اور ازلیت سے باہر نہیں ہو سکتی وھو ظاہر البطلان۔

(۳)

نیز صفت خالقیت کا ظہور تو عالم کے مخلوق ہونے سے ہوگا یہ عجیب سحر کی منطق ہے کہ صفت خالقیت کا ظہور مادہ اور روح کے غیر مخلوق اور ازلی ہونے سے ہو، صفت ایجاد کا ظہور حیات کے ذریعہ سے ہونا چاہئے نہ کہ عدم حیات اور موت کے ذریعہ سے صفت امارت کا ظہور موت کے ذریعہ سے ہونا چاہئے نہ کہ عدم موت کے ذریعہ سے تھیک سی طرح شان خالقیت کا ظہور مخلوق اور حادث ہونے کے ذریعہ سے ہونا چاہئے نہ کہ قدیم اور ازلی ہونے سے۔ واللہ اعلم۔

(۴)

نیز یہ امر خلاف حکمت ہے کہ بعض صفات آئید کا اظہار ہو اور بعض کا نہ ہو، شان سببی اور بصیری کے اظہار کیلئے انسان کو سمیع و بصیر عطا فرمائی۔ اور شان علییٰ اور خمیری کے ایک ادنیٰ تجلی سے انسان کو صاحب علم و خبر بنا دیا۔ یونین تخلصین کو صفت رحم و کرم کا عصاة یونین کو صفت عفو و مغفرت کا۔ کافروں کو شان قہر و انتقام کا سورہ اور تجلی گاہ بنایا۔

پس ضرور تھا کہ سیطرہ شان سببی اور بصیری اور علییٰ اور خمیری کا اظہار فرمایا اسی طرح شان احدیت و وحدیت۔ غبار۔ توحید یہ تمام صفات اور شہوؤں معرض ظہور میں آئیں اور شان احدیت کا اظہار

صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ صرف وہی ایک ذات موجود ہو اور باقی تمام کائنات پردہ عدم میں ستور ہوں۔ پھر جب قدرۃ اور مادہ اُن کے متعلق ہوا سوقت یہ تمام معدومات پردہ عدم سے نکل کر شان کن فیکون کے اظہار کیلئے معرض وجود میں آئیں۔ اور شان صمدیہ اور استغناء کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ عظیم و قدیر اور وہ غنی مطلق اپنی ایجاد اپنی تخلیق اپنی تکوین میں کسی قسم کے اعانت اور امداد کا محتاج نہ ہو۔ محض اپنی قدرت اور ارادہ سے نیست کو هست اور نابود کو بود کو برتا ہو۔
لو ہار اور برٹھی کی طرح اپنی تخلیق اور تکوین میں مادہ اور روح کا محتاج نہ ہو۔

(۵)

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایجاد تکوین اور ترکیب کے مفہوم میں کیا فرق ہے ایجاد اور تکوین کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی معدوم کو پردہ عدم سے نکال کر مسند وجود پر بٹھلا دیا جائے اور ترکیب کے معنی صرف یہ ہیں کہ دو چیزوں کو آپس میں ملا دیا جائے۔ پس صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ معدوم کو موجود اور نیست کو هست کیا جائے۔ مادہ اور روح کے ملانے سے صرف شان ترکیب اور تصویر ظاہر ہو سکتی ہے۔ صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور نہیں ہو سکتا اس کی صفت فقط موصوف ہی نہیں بلکہ وہ قاطق اور باری ہے "هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمَصْنُوعُ"

(۶)

نیز شان اولیہ کا اظہار بھی صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ صرف ابتدا میں وہی ایک ذات احدیہ ہو اور کوئی نہ ہو "هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ"

(۷)

نیز شان احاطہ کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ تمام سلسلہ اس کے احاطہ میں ہو۔ اس کے احاطہ سے باہر نہ ہو۔ اور احاطہ میں آجانے کے بعد پھر اس سے کو غیر متناہی اور غیر محدود ماننا سراسر غلط عقل ہے۔

قَالَ تَعَالَى اَلَا اِنَّهٗ يَخْلُقُ مَا يَشِئُ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اِهٖ اگاہ ہو جاؤ کہ حق تعالیٰ بے شک سب کو محیط ہے۔

اور تیسرا تجھ پر کاش کے صفحہ ۱۹ باب ۱۴ سوال زیر عنوان،

(پریشوشو کے محیط کل ہونے کے دلائل)

اور ستیا تھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۷ باب ۴۴ سوال کا جواب۔ (اور وہ بوج محیط کل ہونے کے)۔
 اور بھومکا کے صفحہ ۵۲ پر ہے۔ (اس سے پہلے محیط کل پر مشور تھا)۔
 اور ستیا تھ کے صفحہ ۴۶ باب ۱۰ پر ہے۔ (جو محیط کل ہے)۔
 اور ستیا تھ کے صفحہ ۴۴ باب ۱۳ پر ہے۔ (الیشور محیط اور بے لوث ہے)۔
 اور دوسری میں ہے (کہ جو احاطہ میں ہے وہ محدود اور محاط ہے)۔
 لہذا جب وہ محیط کل تمام عالم کو محیط ہے تو لامحالہ عالم محدود اور محاط ہوگا۔ غیر محدود اور غیر متناہی
 نہ ہوگا۔

پس خدا کو محیط کل ماننے کے بعد سلسلہ عالم کو غیر محدود اور غیر محصور ماننا کہلا، ہوا اتنا فضل اور برجہ اضافہ
 (۸)

نیز ستیا تھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۹ باب ۵۰ سوال کے جواب میں ہو۔
 (پریشور اپنی کاموں میں خود مختار ہے۔)

اور اسی صفحہ کے ۱۵ سوال کے جواب میں ہے۔

دینا کو قائم رکھنا اور فنا کرنا اور سب کو انتظام میں رکھنا پریشور کے افعال ہیں۔ اھ
 اور ستیا تھ پرکاش کے صفحہ ۴۶ باب ۱۰ سے ۱۲ تک خدا کے فاعل مختار ہونیکا مفصل
 تذکرہ ہے۔ اھ

اور ستیا تھ صفحہ ۲۰۳ باب ۱ پر ہے

۳۶۔ سوال۔ پریشور کے کان، آنکھ وغیرہ حواس نہیں تو پھر وہ حواس کے کام کس طرح کر سکتا ہے۔
 جواب۔ یہ اپنشد کا قول ہے پریشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بٹاتا
 اور قابو میں رکھتا ہے۔

پاؤں نہیں لیکن محیط ہونے کے باعث سب زیادہ صاحبِ قوت حرکت دینے والا ہے۔ آنکھ کا آئینہ
 لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہو کان نہیں لیکن سب کی باتیں سنتا ہے۔ حواس باطنی نہیں
 مگر تمام دنیا کو جانتا ہو وہ حواس کے بغیر اپنی سب کام اپنی طاقت سے کرتا ہو۔ اھ

۴۰۔ ستیا تھ پرکاش صفحہ ۲۰۸ پر ۳ سوال کے جواب میں ہو۔

جتنے مکان اور زمانہ میں فعل کرنا مناسب سمجھتا ہو اتنے ہی مکان اور زمانہ میں فعل کرتا ہے۔

اس سے نہ زیادہ نہ کم۔ کیونکہ وہ علیم ہے۔ اھ

عبارات بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ عالم کا پیدا کرنا اور فنا کرنا حق تعالیٰ کا ایک اختیار ہی فعل ہو۔ اور فعل خواہ کسی قسم کا ہو کسی طرح قدیم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ فعل ایک خاص حرکت نام ہو کہ جو خاص وقت اور خاص مکان میں ہو۔

اور حرکت کے مفہوم ہی میں تجدد اور حدوث اور سبوت بالغیر ہونا داخل ہو۔

نیز حرکت محرک سے مؤثر ہوتی ہو اور تمام حرکات کا سلسلہ محرک پر مشتمل اور مقسم ہونا ضروری ہے، نیز فاعل مختار کا فعل ارادہ کے بعد ہوتا ہے اور جو شے کسی کے بعد ہو وہی حادث ہو پس خدا کا یہ فعل یعنی مادہ اور روح میں ترکیب اور ترتیب کس طرح قدیم اور ازلی ہو سکتا ہو۔ لامحالہ یہ تمام سلسلہ اس کے ارادہ پر ختم ہو جائیگا۔ (ان سبب سے فعال لہذا یبید)

صفات متشابہات

لے برتر از خیال و قیاس گمان و دھم و نہ ہر چہ گفتہ اند شیعہ ایم خواندہ ایم
خدا کی ذات کو اپنی ذات پر اور اس کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس کرنا سخت نادانی ہو۔ ہر مخلوق کو بھی مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے۔ خالق تو درکنار پیشاب کو پیشاب پر یا پیر بومیں قیاس کر سکتے ہیں مگر گلاب کو پیشاب پر قیاس نہیں کر سکتے۔ مردہ کو مردہ پر قیاس کر سکتے ہیں مگر زندہ کو مردہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ قیاس وہاں ہو سکتا ہی جہاں کسی قسم کی مشابہت ہو اور مخلوقات کو خدا کے ہمیشہ کے بچہ بھی مشابہت نہیں۔ قال تعالیٰ،

لیس کبشہ شعی۔ ا کوئی شے اس کے مثل نہیں۔

هل تعلم له سميا وله المثل الاعلى { کیا اس کا کوئی ہم نام معلوم ہو بالا اور برتر شان اس کی کوئی مخصوص ہے۔

اور اگر مخلوقات کو خالق کیساتھ وجود علم و قدرت حیات میں کچھ مشابہت ہو بھی تو برائے نام۔ زمین کی روشنی اور چمک کو آفتاب کی روشنی سے کیا نسبت۔ اگر ہے تو وہ برائے نام، سب جانتے ہیں کہ وہ آفتاب ہی کا فیض ہو، ورنہ زمین کی روشنی کجا اور نور آفتاب کجا۔ پس اسکی حیات ہماری حیات کی طرح نہیں اور اسکا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے مشابہ نہیں۔

وہ اپنے سننے اور دیکھنے اور ادراک اور علم میں جو اس کا محتاج نہیں اس کے علو کیلئے کوئی مکان اور جہت نہیں اس کے نزول اجلال کیلئے کوئی حرکت نہیں۔ اس کی رضا و غضب کے کوئی کیفیت نہیں۔ بہر حال اس کی شان اعلیٰ اس سے برتر ہے کہ عیقلی یا حسی شئی کو اس پر قیاس کر سکیں لیکن تقریب الی الفہم کیلئے اس کی شئوں اور صفات کو انہی کی زبان اور محاورات میں ذکر کیا جاتا ہے۔ ۵

عَلَىٰ جِهَةِ التَّقَرُّبِ لِلذَّهْنِ إِذْ لَنَا | عَقُولٌ عَلَيْهِمْ فَهُمْ مَا تَتَّبِعُونَ

یعنی چونکہ اس کی صفات اور شئوں کا سمجھنا بہت دشوار تھا اسلئے تقریب الی الاذیان کے لئے اس قسم کے محاورات استعمال میں لائے گئے۔ کَمَا قَالَ تَعَالَىٰ
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ فَصِيحٍ

تمام ملتیں اور ادیان سماویہ اس پر متفق رہی کہ خدا کی صفات کمال کو محاورات اور معروضات الفاظ میں ذکر کیا جائے تاکہ عام عقلمیں خدا کو پہچان سکیں اور ساتھ ہی ساتھ لیس کمثلہ شئی سے بھی آگاہ کر دیا تاکہ خالق اور مخلوق میں کسی قسم کا قیاس نہ جاری کر سکیں۔ اور زیادہ بحث و تفتیش میں نہ پڑیں۔ انسان اپنی محدود اور ناقص اور قلیل علم سے اس خداوند قدوس کے بزرگ و کبیر اور بید و بے پایاں ذات اور صفات کا تو درکنار اپنی ہی ذات کا پورا احاطہ نہیں کر سکتا تمام حکما و ختم ہو گئے مگر جسم اور روح کی حقیقت سچ نگ نہ سمجھا سکے۔

ہاں اجمالی طور سے صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ذات جامع کمالات ہے اور اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بے مثل اور کیلتا ہے۔ قَالَ تَعَالَىٰ

وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا وَلَا | اور نہیں دی گیا تم کو کوئی حصہ علم کا مگر بہت ہی قلیل اس کے
يَحْيٰطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ | علم میں کسی شے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے

اور اسیدوہ سے کہ خدا کی ذات و صفات کے متعلق زیادہ بحث و تفتیش کرنا اس کی کیفیتوں میں غور و غوض کرنا محض لا حاصل ہی نہیں بلکہ گنج فہمی کی دلیل ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمرت کو حکم فرمادیا۔

تَفَكَّرْ فِي الْخَلْقِ وَلَا تَفَكَّرْ فِي الْخَالِقِ۔ | مخلوق میں فکر کر خالق میں نہیں کر

وان الى مرتبة المنتهى ولا فلفة في الخالق | اللہ تک سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں خالق میں منکر نہ کرنا چاہیے

اور اسی وجہ سے صحابہ کرام کا تمام قرن اس طرح سے گذرا کہ وہ خدا کی تمام صفات کو مایہ پر ایمان کرتے تھے اور تمیز اور تقدیس کیلئے لیس کٹھنڈہ بنی۔ پڑھ لیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان صفات کے ذکر کرنے سے مقصد صرف استفادہ ہی کہ ہم ان صفات کے ذریعہ سے اپنے خالق کو پہچان سکیں۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہماری طرح آنکھ سے دیکھتا اور کان سے سنتا ہو اسلئے کہ جو طرح اس کی ذات ہے چون وہ چلوں ہے اسی طرح اُس کی صفات اور شئون بھی بے چون و چگون ہیں۔

استواء علی العرش

قَالَ تَعَالَى الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ۝۱۵۱

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اُس کی ذات ہماری ذات اور اُس کی صفات ہماری صفات کے مشابہ نہ ہیں لہذا وہ عظیم و خیر سمیع و بصیر ہے مگر ہماری طرح نہیں، بدون مضغہ لحم کا دراک کرتا ہو اور بے کان کے مستوی اور بے آنکھ کے دیکھتا ہو بدون زبان کے کلام کرتا ہو ہماری طرح ان اعضاء اور احوال کا متعلق نہیں۔

والله الغنى وانتم الفقراء | اللہ پر سب بے نیاز ہے اور تم حاجت مند

پس جو طرح وہ بغیر آنکھ اور کان کے سمیع و بصیر ہے ٹھیک اس طرح وہ بغیر ہتھ اور مکان کے مستوی علی العرش بھی ہو، اگر بغیر آنکھ اور کان کے دیکھتا اور سنتا ممکن ہو تو بغیر ہتھ اور مکان کے عرش پر مستوی ہونا بھی ممکن ہے اور جو طرح اُس کے علم اور سمع و بصیر کی کیفیت جیٹھ عقل سے باہر ہو اس طرح استواء علی العرش کی کیفیت بھی احاطہ ادراک سے خارج ہے۔ چنانچہ امام مالک علیہ الرحمۃ سے جب استواء علی العرش کی کیفیت دریافت کی گئی تو یہ ارشاد فرمایا لَیْفٌ تُخَيِّرُ مَحْقُولَ الاستواء غیر محقُول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعتہ انتہی

یعنی اُس کی کیفیت عقل میں نہیں آ سکتی، نیز اُس کی ذات اور اُس کی تمام صفات کم کیفیت سے منزہ اور پاک ہیں۔ لہذا جو شے کم کیفیت سے پاک ہے اُس کی کیفیت دریافت کرنا سراسر غیر عقل ہے۔

اور عقل استواء علی العرش کی اگرچہ کیفیت اور حقیقت سے واقف نہیں مگر اتنا ضرور جانتی ہو کہ یہ ایک صنف کمال ہے کہ چہرہ بلا تشبیہ کے ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس کی علم و قدرت سے سمجھ لیں۔
یہ بلا تشبیہ کے ایمان لانا جتنی اور لازمی ہے اور اس قسم کا سوال بدعت ہے کیونکہ ان دینان سماویہ و
سلل الہیہ و خیر القرون میں کبھی اس قسم کا سوال نہیں پایا ہوا اسلئے کہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ سب
صفات کمال ہیں خدا کا ان کی ساتھ موصوف ہونا لا بدی ہے مگر ہماری طرح نہیں۔ لیس

مسئلہ شنی :

غالباً ہمارے اس بیان کے بعد استواء علی العرش کے بارہ میں کسی قسم کا شک نہ رہا ہوگا۔ اور اگر
اب بھی کچھ خطبان باقی ہے تو ہم چند اکابر اُمت کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اگر خدا
کے فضل اور اس کی توفیق نے دستگیری فرمائی تو انشاء اللہ العزیز آپ کو اطمینان ہو جائیگا۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ پر مشتمل مسئلہ

أَتُرَكِّبُ الْجُحْتَ فَمَا أَشَرُّهُ يَقُولُ

قُلْ لَيْسَ بِلَهْمٍ عَنِّي مَا أَقُولُ

جو شخص استواء علی العرش کی حقیقت سمجھنا چاہے اس سے کہہ دو کہ اس تفسیر کو چھوڑو۔ اس کی شرح بہت طویل ہے

قَصَرَتْ وَاللَّهِ اَعْنَانِي الْجَوْلُ

كَمْ سِرٌّ غَائِضٌ مِنْ دُونِهِ

یہ ایک سربستہ راز ہے جس کے سامنے بڑے بڑے علماء کے گردین ختم ہیں

تَنْذِرٌ مِنْ أَنْتَ وَلَا كَيْفَ الْوَصُولُ

أَنْتَ لَا تَعْرِفُ آيَاتَكَ وَلَكَمْ

اے طالب تو اپنی ہی حقیقت سے واقف نہیں کہ تو کون ہے اور کس طرح ہے

يُنْفِثُ حَارَاتِي فِي مَعَايَاهَا الْعُقُولُ

لَا وَلَا تَذَرِي صِفَاتِي مُرَكَّبَتِ

اور نہ ان صفات کو جانتا ہو کہ جو تیرے میں پیوستہ ہیں ان کے اسرار و دقائق کے ادراک میں عقلمیں حیران رہیں

هَلْ تَرَاهَا أَوْ تَعْلَمُ كَيْفَ الْجَوْلُ

أَيْنَ وَمِنْكَ الرُّوحُ فِي جَوْهَرِهَا

تلاؤ کہ روح کجاست ہے اور اس کی کیب حقیقت ہے اور کیا اس کو دیکھتے ہو

اور کس طرح وہ حرکت کرتی ہے،

سہ مجازی الادب صغیر جلد ہم و مشادق الانوار صغیر

وَكَذَٰلِكَ الْإِنْفَاسُ هَلْ تَحْصُرُهَا ۖ لَا وَلَا تَدْرِي مَتَىٰ عَنَّا نَزُولٌ

اور علیٰ بڑا انفاس (سانس کو کیا شمار کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ اور تم کو یہ معلوم کہ وہ تم سے کب علیحدہ ہونگے

أَيُّنَ مِمَّنْكَ الْقَتْلُ وَالْفَهْرُ إِذَا ۖ غَلَبَ النَّوْمُ فَقُلْ لِي يَأْجُوهُ

اور جب نیند غالب آتی ہے تو قتل و فہم کہاں چلے جاتے ہیں۔ بتلا اے نادان

أَنْتَ أَهْلُ الْخَيْرِ لَا تَعْرِفُهَا ۖ أَكَيْفَ تَجْزِي مِمَّنْكَ أَكَيْفَ تَبُولُ

بہین تو یہ بھی اچھی طرح معلوم نہیں کہ کس طرح کھانا اندر پہنچتا ہے اور کس طرح مکو پیشاب آتا ہے

فَإِذَا كَانَتْ طَوَايَاكَ لَيْتِي ۖ بَيْنَ جَنِيحَيْهِمَا أَنْتَ جَهْمُولُ

پس جبکہ تم اپنی اتر پڑیوں ہی کی حقیقت اور کنہ سے بے خبر ہو

أَكَيْفَ تَدْرِي مَنَ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۖ لَا تَقْلُ كَيْفَ اسْتَوَىٰ كَيْفَ النَّزُولُ

تو تم استواء علی العرش اور نزول الی السماء الدنیا کی کیفیت اور حقیقت کس طرح جان سکتے ہو

أَكَيْفَ يَجْعَلُ لِرَبِّهِ أَكَيْفَ يَرَىٰ ۖ فَلَمْ يَرِ لَيْسَ إِلَّا أَفْضُولُ

خدا کی کیفیت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور کس طرح خدا دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سب فضول باتیں ہیں

فَقَهُوْا لَكَيْفَ وَلَا آيُنَ لَكُمْ ۖ وَهُوَ رَبُّ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ يُجُولُ

خدا تعالیٰ کی کیفیت اور این سب سے منزہ ہوا سنتے کہ وہ تو این اور کیفیت سب کا خالق اور رب ہے

وَهُوَ فَوْقَ الْفَوْقِ لَا فَوْقَ لَهُ ۖ وَهُوَ فِي كُلِّ النَّوَاحِي لَا يُزُولُ

وہ فوق فوق اور بالہو اسے اُس کے اوپر کوئی نہیں وہی سب جگہ حاضر و ناظر ہے

يَجْلُ ذَاتًا وَصِفَاتٍ وَعِلَالًا ۖ وَتَعَالَىٰ رَبُّنَا عَمَّا نَمْتَعُ

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں اعلیٰ اور برتر ہے اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اس سے منزہ ہے

شیخ البوطاہ قرظونی علیہ الرحمۃ

خداوند عالم نے کائنات عالم کو مختلف طبقات پر تقسیم کیا ہے، اول زمین اور پانی کا طبقہ ہوا اور پھر آسمان اور کرۂ نار ہوا اور ان کے بعد سبع سموات اور سبع سموات مگر سی جلال۔ اور کرسی جلال پر عرش عظیم۔ عرش کے بلندی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ رہے سر اوقات جلال سدوہ عرش

(الحاصل)

کے تابع ہیں۔ عرش سے جدا نہیں۔

کائنات عالم میں سے کوئی شے دائرہ عرش سے باہر نہیں۔ سبع سموات اور سبع ارضیں سب کو عرش عظیم محیط ہو اس کے بعد کسی مخلوق کا ہونا نہ کسی عقلی دلیل سے ثابت ہو نہ کسی نقلی دلیل سے۔ غرض کہ کائنات کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو جاتا ہو۔ پس الرحمن علی العرش استوی کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کی تکوین اور تخلیق کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو گیا اور کوئی مخلوق دائرہ عرش سے باہر نہیں۔

اور قرآن عزیز میں استوی کا لفظ ان معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہو قال تعالیٰ

وَمَا لَیْلُکُمْ اَشَدُّ وَاَسْتَوٰی اٰی اَسْتَمْتُمْ شَیْءًا جَبَّ اَبْنٰی جَوَانٍ کَوْیَجَّ لَیْلًا اَوَّاسٌ کِی جَوَانٍ خَتَمَ ہُوَ کَیْ
الزمر اخراج شطاہ فائزہ فاستغلف جیسے کھیتی نے مکالا اپنی سوئی کو۔ پھر اس کو مضبوط کیا پس
فاستوی اٰی استمتم ذلك الزمرؑ موٹا ہوا۔ پھر کھیتی مکمل ہو گئی۔

استوی کے اہلی معنی مساوات کے ہیں کما قال تعالیٰ۔

هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیا اہل علم اور غیر اہل علم برابر ہو سکتے ہیں۔

لیکن جب کوئی شے اپنی نہایت اور کمال کو پہنچ جاتی ہو محاورہ عرب میں اس کے لئے استوی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور استواء شمس اور استواء میزان اسی سے ماخوذ ہے۔ قال تعالیٰ

فاذا استویت انت ومن معک جب تم اور تمہارے ساتھی سوار ہو جائیں تاکہ تم اس کی پشت
لنستویا علی ظہورہ۔ پر بیٹھ جاؤ۔

واستوت علی الجودی۔ جو دی پر چھڑ گئی۔

فسواھن سبع سموات خداؤں سات آسمان مکمل بنائے پس جب میں اس کو

ای کمل وقمہ خلقہ۔ وقال تعالیٰ۔ تا تم اخلقہ بناوے اور اس میں اپنی خاص روح ڈالوں۔

فاذا استویہ ونفخت فیہ من روحی۔ اے انسان تجھ کو خدا نے کریم کے بارہ میں کس نے دھوکا دیا۔

یا ایھا الانسان فاعزّ ذرّیۃک جس نے تجھ کو پیدا کیا اور درست اندام اور معتدل کیا۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦

♦ ♦ ♦ ♦ ♦

الکریم الذی خلقک

فسوالک فعد لک ء

نیز خداوند عالم نے قرآن عزیز میں استویٰ علی العرش کو چہ جگہ ذکر فرمایا ہے اور ہر جگہ اُس سے قبل سبع و سموات اور سبع ارضین کے تخلیق کا تذکرہ کیا ہے جس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اُس خداوند عالم نے زمین اور زمان اور کون مکان سب کو پیدا فرمایا اور اپنی تلوین اور تخلیق کے سلسلہ کو عرش عظیم پر ختم کر دیا۔

(۱) قال تعالیٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش (سورہ اعراف)

(۲) ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش یدبرا الامر (یونس)

(۳) یتزین الامن خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی کہ فی السموات ما فی الارض وما بینہما وما تحت الثری (سورہ طہ)

(۴) الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستة ايام ثم استوی علی العرش (سورہ فرقان)

(۵) اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستة ايام ثم استوی علی العرش (سورہ سمہ)

(۶) هو الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش (سورہ حدید)

بے شک تمھارا رب اللہ ہے جس نے زمین و آسمان چہ دن میں بنائے اور پھر مستقر علی العرش ہوا۔ (سورہ اعراف)

یقیناً تمھارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چہ دن میں بنائے پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے تمام کائنات کی (سورہ یونس)

یہ قرآن اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمان کو پیدا کیا۔ وہ بڑا مہربان ہے عرش پر قائم ہوا اور آسمان اور زمین کے اور ان کے درمیان کے اور تحت الثری کی تمام چیزیں اُسی کی ہلک ہیں (سورہ طہ)

اللہ ہی نے زمین اور آسمان کو اور ان کی درمیان کی چیزوں کو چہ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورہ فرقان)

اللہ ہی نے سبع سموات اور سبع ارضین کو اور ان کے مابین کو چہ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورہ سمہ)

اُسی نے چہ دن میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورہ حدید)

الحاصل سبع سموات اور سبع ارضین کے بعد استواء علی العرش کو خصوصیت سے ذکر کرنا اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ الرحمن علی العرش استوی کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کے تخلیق اور تکوین کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو گیا۔

شیخ محی الدین ابن العربی قس مشہر

تکوین عالم سے خداوند ذوالجلال کو عاں اپنا کوئی ذاتی نفع اور نقصان مد نظر نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنی صفات کمال کے مظاہر پیدا کرے تاکہ مخلوق اپنی خالق کو ان مظاہر کے واسطے سمجھ سکے۔ ورنہ مخلوق کی کیا مجال کہ وہ اپنی خالق ذوالجلال کو بدون کسی منظر یا تجلی کے سمجھ سکے۔

ولحمید من شمس الوجود ونورها	علی عالم الارواح شئی سوی القصر
ولیس تنال لذات فی غیر منظر	ولو هلك الانسان من شدة الحر
والارب فی قولی لذی بَشَتْ	وما هو بالقول لهوۃ بالخر ص

اور ظاہر ہے کہ اُس کے کالات کے کوئی نہایت نہیں اُسکی صفات کمال تو یہی وجہ پائیاں ہیں پس اگر بعض صفات کمالیہ کے مظاہر پیدا کئے جائیں اور بعض کے نہ پیدا کئے جائیں تو مقصد ناتمام رہتا ہے انسان کی حیات علم قدرت سمع و بصر کو اپنی حیات کاملہ اور علم و سمیع اور قدرت تامہ اور بے کم و کیف سمع و بصر کا منظر اور تجلی گاہ بنایا اور ایک سخی اور کریم کے ہاتھ کو اپنی افضال و الطاف کا منظر بنایا، اسی طرح مناسب ہے کہ صفہ تمکین اور حاکمیت کا بھی کوئی منظر پیدا کیا جائے اسلئے کہ اس ذات عالی کا ایک نام نیک اور نیک مقتدر بھی ہو۔

کما قال تعالیٰ یسبح اللہ ما فی السموات وما فی الارض الملائکۃ القدس الاعزیز الحکیم۔
تبارک الذی بید الملائک وهو علی کل شیء قدير۔
تمام آسمان اور زمین کی چیزیں ایسے خدا کی تسبیح پڑھتی ہیں کہ جو بادشاہ اور پاک اور غالب اور حکمت والا ہو۔
مبارک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں تمام جہانوں کی بادشاہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہو۔

فسمان الذی بید ملئوت کل شیء والیہ ترجعون۔
اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

غرض یہ کہ جب خداوند عالم تمام عالم کا بادشاہ اور حکم الحاکمین ٹھہرتا تو اُس کیساتھ سلطنت اور بادشاہت کی

لوازم بھی ہونے چاہئیں اسلئے کہ کوئی شئی بدون لوازم کے مکمل نہیں ہوتی۔

اور ظاہر ہے کہ جب سلطنت ہوتی ہو تو اس کے لئے ایک دارالسلطنت اور پایہ تخت بھی ہوتا ہو، وزراء اور حکام بھی ہوتے ہیں تمام وزراء پر ایک وزیر اعظم بھی ہوتا ہو۔ انتظام مملکت کیلئے پولیس بھی ہوتی ہو۔ اعداء سلطنت کے مقابلہ کیلئے فوج اور لشکر بھی ہوتا ہو۔ مجرموں کیلئے جیلخانہ اور خیر خواہان سلطنت اور ارکانِ دولت کے لئے دربار عام یا دربار خاص بھی ہوتا ہو۔

مجرموں کے جرم کے تغاوت سے جیلخانہ کی سزائیں اور سزاؤں میں فرق ہوتا ہو چوری اور زنا کے مجرم دو چار سال کیلئے جیلخانے بھیج دیے جاتے ہیں اور اعداء سلطنت اور باغیان حکومت کیلئے حبسِ دوام اور سزائے موت کا حکم ہوتا ہے۔

حکام میں فرق مراتب ہوتا ہو ایک حاکم اپنی ماتحت حاکموں کے احکام بدل سکتا ہو انکے فیصلے منسوخ کر سکتا ہو مگر وزیر اعظم کے فیصلہ کو کوئی حاکم اور کوئی وزیر منسوخ نہیں کر سکتا الا یہ کہ بادشاہ ہی اسکو فیصلہ کو منسوخ کرے تو کرے۔ ورنہ اور کوئی ایسا نہیں کہ جو اس کے فیصلہ کو منسوخ کر سکے۔

ہیک اسی طرح اس اعظم الحاکمین نے اپنی شانِ ملکیت ظاہر کرنے کیلئے ایک پایہ تخت یعنی عرش پیدا فرمایا۔

اور نظامِ عالم کے لئے حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مسندِ وزارت پر بٹھلایا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام وزراء کا وزیر اعظم بنا کر مسندِ صدارت پر اپنی قریب بٹھلایا۔

اور ان وزراء کے واسطے سے اپنے احکام اور فرامین سے خلقت کو آگاہ کیا۔ اور احکام شاہی کی تعمیل کرنے والوں کیلئے ایک جیلخانہ بنایا جسکا نام جہنم ہو۔

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا

جو شخص پادشاہ کی حکومت اور وزراء کی وزارت مانکر کفر سلطانی احکام میں تقصیر کرتا ہو تو اس کیلئے یہ جیلخانہ چند روزہ ہو۔ اور جو شخص پادشاہ یعنی خدا کی حکومت اور وزراء انبیاء و اہل کے وزارت (رسالت و نبوت) ہی تسلیم نہیں کرتا۔ حکومت اور اسکے وزراء سے مقابلہ کرتا ہو تو اس کیلئے سوئے قتل یا حبسِ دوام کے کوئی سزا نہیں پہلی مثال اُس گنہگار مسلمان کی ہو کہ جو خدا اور اسکے رسول کو ماننا ہو مگر ان کی پوری اطاعت نہیں کرتا۔ اور دوسری اُس کافر کی ہو کہ جو سرے سے خدا یا اسکے

رسول ہی کو نہیں مانتا۔

اور رعایا کی نگرانی کے لئے ایک خفیہ کا حکم بھی قائم فرمایا کہ اُس حکم کے دواؤں ہر وقت ہر انسان پر مسلط رہتے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ سکو لکھتے رہتے ہیں اور اُس کو خبر نہیں۔ قال تعالیٰ۔

وَان عَلَیْکُمْ لِحَافِظِیْنَ کُلَّ مَا کَا تَبِیْنَ
یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔
بیشک تمہارے اوپر فرشتے نگہبانی کرنے والے محترم باعزت اعمال کے لکھنے والے مسلط ہیں۔ جو کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

اور قیامت کے دن جب مقدمات پیش ہونگے اس وقت آپ کے یہ تمام کارنامے جو خدائی خفیہ (یعنی کراماتیں) نے قلم بند کئے تھے وہ آپ کے سامنے ڈال دیے جائیں گے۔ کہا قال تعالیٰ۔

وَنُخْرِجُ لَہِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ کِتَابًا یَلْقَاہُ مَنشُورًا
اَقْرَأْ کِتَابَکَ۔ کَفٰی نَفْسًا لِّیَوْمِ عَلَیْکَ
حسبنا۔ (سورۃ اسراء)

یٰنِیْوَ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ مَّا قَدَّمْ وَاٰخِر۔
اس دن انسان کو اگلے اور پچھلے کے سب خبر دیدی جائے گی۔ (سورۃ قیامت)

وَ اِذَا النُّفُوسُ زُوِجَتْ وَاِذَا الْمُؤَدَّہُ
سُئِلَتْ بِاٰی ذَنْبٍ قَتَلَتْ وَاِذَا الصُّحُفُ
نُیْشِرَتْ۔ (سورۃ تکوین)

اور چونکہ اُس کا کوئی دشمن نہ تھا اس لئے ایک دشمن یعنی شیطان پیدا کیا اور اس کو ایک عظیم فوج بھی عطا کی۔ کہا قال تعالیٰ۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًا (سورہ یس)
وَ کَانَ الشَّیْطَانَ لِرَبِّہٖ اِنْفُورًا۔ (سورہ اسراء)
اُولَئِکَ حِزْبُ الشَّیْطَانِ۔ (سورہ مجادلہ)

اور شیطان اور اس کی فوج کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر ملا کہ کا پیدا فرمایا کہا قال تعالیٰ۔
وَلِلّٰہِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا یَعْلَمُ
جُنُودَ رَبِّکَ الْاَہُوْدُ وَاَنْ جُنْدَ تَالُوتَ الْغَالِبُوْنَ
اشری کیلئے لشکر ہیں آسمانوں کے اور زمینوں کے
اشرک لشکر و کونکر کی سو کوئی نہیں جانتا تھا ہمارا ہی لشکر غالب ہو۔

الحاصل شان ملکیت ظاہر کرنے کے لئے ایک پایہ تخت یعنی عرش عظیم پیدا فرمایا۔ اور جس طرح
 قصر سلطانی اور باب عالی کے لئے کچھ مخصوص دربان ہوتے ہیں۔ اسی طرح اُس اعلم الحاکمین نے
 اپنے پایہ تخت کی درباری کے لئے اپنے عظیم لشکر سے چند فرشتوں کو منتخب فرمایا لہذا قال تعالیٰ
 وتیری الملائکۃ حافین من حول العرش اور اے مخاطب تو فرشتوں کو دیکھو گا کہ وہ عرش کو گھیرے
 یسبحون بحمد ربکم۔ (سورہ زمر) ہونے ہوں گے اور خدا کی تسبیح اور تحمید پڑھتے ہوئے ہوں گے۔
 سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

خاکسار
 محمد ادریس کاندھلوی
 غفر اللہ لہ ولاہلہ الامین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خُشَعِي وَتَصَلِّ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

وہی
صلی التصریح
والذی اعطی
امراً القسیر

القصة
فی الخندق
فی الجبلین
فی الدریعہ

۱	وَقَفَّانَاكَ مِنْ ذِكْرِي لِأَجْنَابِكُمْ	وَلَا أَنْبَاكَ مِنْ ذِكْرِي جِدِّكَ مَنْزِلَ
دوستوں پھر وہ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجاب و پیران کو یاد کر کے، دین باگسی اور حبیب کے منزل کو یاد کر کے اپنے کی ضرورتیں		
۲	أَيَّاحَادِيَا شَدَّ الرِّحَالُ وَلَا تَقِفْ	بَسِطُوا الْيَدَيْنِ بَيْنَ الدَّخُولِ خَوِلْ
لے چڑی پٹھنے والے مدینہ کی طرف شدید حال کر اور تودہ ریگ کے منہ پر جو کہ تمام دخول اور جول کے دریا واقع ہیں ہرگز متھری		
۳	أَيَّاحَادِيَا حَثَّ الرِّكَابُ وَلَا تَقْلُ	عَقْرَتِي يَحْيَى يَا أُمَّ الْقَيْسِ فَأَنْزِلْ
لے چڑی خوان سواروں کو مدینہ کی طرف تیز چلے اور یہ نہ کہ لے امر القیس تو نے میرے اونٹ کو مار ڈالا		
۴	وَسِرِّي إِلَى بَيْتِ الرَّسُولِ وَلَا تَجْ	بِنَابِطٍ خَبْتِي ذِي حَقْلٍ حَقْفَلٍ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف لے چلے اور پست زمین ریگستان کثیر تودے والی میں مت لیجا		
۵	إِلَّا الْحَجْرَةَ الْغَرَاءَ لَمْ يَعْقِفْ سَهْمَهَا	لَيْتَا نَسَجْتَاهَا مِنْ جَنُوبٍ وَشَمَالٍ
اور حجرہ مبارکہ کی طرف لے چلے جس کے نشان باوجود باد جنوبی اور شمالی کے چلنے کے اب تک نہیں مٹے		
۶	وَأَسْرِجْ مَطَايِنَا إِلَى الْأَرْضِ طَيِّبَةٍ	كَأَرْحَاءِ سِرْحَانٍ وَلَقَرٍّ مِمَّنْ تَقْبَلُ
اور ہمارے اونٹوں کو جلدی مدینہ کی طرف لے چلے جس طرح بھیڑ یا تیز دوڑتا ہوا اور لوطی کا بچہ سر پٹ جاتا ہے		
۷	وَمَسْجِدٍ مُخْتَارٍ وَشَبَابٍ قَبْرِهِ	وَجُحْرَةٍ طَهَتْ ذِي ثَنَاءٍ مُمَكَّلِ
اور آپ کی مسجد اور قبر مبارک کی جالی اور حجرہ مبارکہ کی طرف جلدی لے چلے		
۸	وَأَنْزِلْ يَسْطَحَاءَ الْهَامِ خِيَامَنَا	نُزُولَ الْيَمَانِي ذِي الْعِيَادِ الْحَمَلِ
اور بٹھا اٹھا ہمارے (مدینہ) میں ہمارے خیمے اُتار جیسے یمنی ماہر اپنے کپڑے لیکر اُترتا ہے		
۹	وَأَسْتُ بِحَالٍ سَوَى الْأَرْضِ كُحْبَةِ	وَأَلَيْسَ سَوَى رَسْمِ الْهَامِ مَعُونِي
اور میں مدینہ کی زمین کے سوا اور کہیں نہ اتر سکتا اور مدینہ کے نشانات کے سوا کوئی جگہ میری تسلی کی نہیں		
۱۰	فَأَنْدَبُ أَطْلَاؤًا وَأَنْتَارِيَّ	يَقْلِبُ كَيْتِي ثُمَّ دَفْعَ مَسْئَلِ
پس مدینہ کے آثار کا قلب حزین اور مسلسل آنسوؤں سے غم بہہ کر دے گا		
۱۱	وَأَسْقَى رِيَاهَا مِنْ دُمُوعِي كَأَنِّي	لَدَى سَمَرَاتٍ أَلْحَى تَأَقِفُ حَظْلِ
اور مدینہ کے فیلوں کو اپنے آنسوؤں سے ایسا سیراب کر دے گا گویا کہ میں غار دار و مستون کے قریب حظل ٹوڑ رہا ہوں		

وَقَدْ لَقِيَ اللَّهُ رَحْمَةً أَلَا تَأْمَنُونَ

الْمَلَائِكَةُ الْغَفِيرَةُ

بَعْدَهُ

الْمَجَارِ

الْحَالِ

الْمَجَارِ

الْمَجَارِ

۱۲	لَدَى رَوْضَةٍ فَأَصْبَحْتُ مُوَعًى وَنَجْرَتِي	عَلَى النَّخْرِ حَتَّى بَلَ دَمْعِي مَحْمَل
روضہ اقدس کو دیکھ کر اس قدر انسوس ہوئے کہ میرا سینہ اور تلوار کا پر تلا سب تر ہو گیا		
۱۳	إِذَا شَهِدَ الْخُلَاةُ حُزْنِي وَلَوْ عَنِي	يَقُولُونَ لَا أَهْلَكَ أَسَى وَتَجَمَّل
جب دوستوں نے میرے اس غم اور سوز کا مشاہدہ کیا تو یہ کہنے لگے غم میں مت ہلاک ہو صبر جمیل سے کام لے		
۱۴	وَأَنْ شَفَعَنِي عَمْرَةُ مَهْرَاقَهُ	لَدَى قَبْرِ طَهْ ذِي الْجَنَّةِ الْمُفْضِل
اور حالانکہ میری شفاعت روضہ اقدس کے قریب رونے اور انسوس بہانے ہی میں ہے		
۱۵	أَلَا رَبِّ يَوْمَ كَانَ مَهْنٌ صَالِح	وَلَا سَيِّمَ أَيُّومٍ بِطَيْبَةِ مَرْسَل
بہت سے روز خوشگوار ملے خصوصاً وہ دن جو مدینہ طیبہ میں گزرا		
۱۶	أَلَا لَيْتَنِي أَغْدُوَ إِلَى نَجْوَيْكَ	بِسَبْتِي دَقِيقِ الْأَوَائِدِ هَيْكَل
کاش کہ میں سویرے ہی مدینہ کی طرف ایسے گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جاؤں کہ جو کم سوار داناؤں پر ہر اور جانی جانوروں کی قید ہو		
۱۷	وَأَلَيْسَ رَبُّ الْقَبْرِ قَدْ فَاقَ نَشْرَهُ	لَسَيِّمَ الصَّبَا جَاءَتْ بِرِيَالِ الْقَرْنَل
اور قبرسارک کی مٹی کو بوسہ دوں کہ جس کی خوشبو باد منجاک کی خوشبو سے بدرجہا بڑی ہوئی ہے		
۱۸	وَرَوْضَةً حُلِّيَ بَيْنَ بَيْتٍ وَمَنْبَرٍ	غَدَا هَاهُنَا فَيَزِلُّ الْمَاءُ عَيْنَهُمْ مَحَل
اور روضہ جنت کو بوسہ دوں کہ جو بہت اور منبر کے درمیان واقع ہے خدا کے صاف اور غیر مکدر پانی ہمیشہ اسکو میرا کرتا رہے		
۱۹	أَلَا لَيْتَنِي أَفْدِيَاكَ يَا نَجْمَةَ الْوَرَى	وَأَحْكُمَ مَبْعُوثٍ بُوَيْحِي مَزَل
کاش کہ میں بچھڑے برگزیدہ خلائق اور سام انبیاء سے افضل - خدا ہو جو بوند		
۲۰	وَأَنْ ضَلَاكُمِي فِي هَوَاكَ هِدَايَتُهُ	وَلَيْسَ فَوَادِي عَنْ هَوَاكَ هُنْسَل
یقیناً میری گمراہی آپ کی محبت میں سرسبز ہدایت ہے اور آپ کا عشق میرے دل سے ہوا ہوا اور ہدایت		
۲۱	وَأَنْ فَوَادِي فِي هَوَاكَ لَكُونُوقُ	يَا مَرَّاسِ كَتَانٍ إِلَى صَمِّ جَنْدَل
اور میرا قلب آپ کی محبت میں کتان کے مضبوط رسیوں سے نہایت چٹان میں جکڑا ہوا ہے		
۲۲	فَلَنْ جَنَانِي فِي هَوَاكَ كَوَالِ عَهْدِ	وَأَنْ كَهْمَاتَا مِرْلَقَلْبٍ يَفْعَل
اور میرا دل آپ کے عشق میں سرگرداں ہے		
۲۳	أَلَا يَا حَبِيبَ اللَّهِ صَفْوَةَ عَالِمٍ	فَوَادِي وَجُمُتَا نَجْمِي كَقَدَمِي
اے اللہ کے حبیب اور برگزیدہ عالم		
میرا قلب اور جسم آپ کی محبت سے مملو اور بے پروا		

۲۳	كَانَ قُوَادِرِي مِنْ جَوِيٍّ حَبِيْبٍ قَالَ اَلَسِي	اِذَا جَاشَ فِيْهِ حَبِيْبٌ عَلَيَّ مَرَجَلٍ
۲۵	وَاعْطَاكَ رَبُّ الْعَرْشِ حَوْضًا وَكَوْنًا	فَلَا تَبْعُدَنِيْ مِنْ جَنَآءِ الْمَعْلَلِ
۲۶	فِيَا لَكَ مِنْ حَوْضٍ كَانَ لَوْ وَسَاءَ	مِثْلُنْ سَلَا فَا مِنْ رَجِيْقٍ مَّقْلَلٍ
۲۷	فِيَا لَيْتَنِيْ اَسْقَى اَبَارِيْقٍ كَوْثَرٍ	وَيَكْفِيْ لِحَاصِدٍ مِنْهُ جُرْعَةً سَسَلٍ
۲۸	وَحَوْضًا لِلصَّالِحِيْنَ اَعْذِبُ مَوَدَّ	وَلَيْسَ لِعَظْمَانٍ سِوَاكَ مَقْلَلٍ
۲۹	رَسُولٌ وَبِالنُّوْرِ الْمُسَيِّدِ	وَاَفْضَلُ مَبْعُوْثٍ يَذِيْ كَرَمٍ تَلٍ
۳۰	بُعِثْتُ وَكَيْلُ الْكُفْرِ اَرْحَى سُدُوْلًا	بَنُوْ رُمِيْنٍ مُّشْرِقٍ مُّتَهَلِّلٍ
۳۱	تَجَلَّى عَلَيَّ قَارَانٌ لِلْكَفْرِ مَعْلَنًا	اَلَا اَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيْلُ لَا اِنْجِلِ
۳۲	شَرِيْعَتُهُ الْعَرَاءُ حِيْنَ تَعْرِضُ ضِدَّ	تَعْرِضُ اَشْنَاءُ الْوَسْطَاحِ الْمَفْصَلِ
۳۳	اَصْأَعَتْ عِيَابَاتِ الضَّلَالِ كَاهِنًا	مَنَارَةً مِّنْهُنَّ رَاهِبٍ مُّتَبَيِّلٍ
۳۴	تُبَارِجِيْ اَيَّامَ الشَّمْسِ نَوَارِدِيْنِيْهَا	فِيَا عَجَابًا مِنْ نُوْرِ الْمُتَهَلِّلِ
۳۵	وَاَنْتَ شَفِيْعَةُ الْعَصَاةِ كَيْثِلَانَا	عَلَى مَا رَوَيْنَاهَا بِبَصِّ مُّسَلِّلِ

الحلق

عقوب بن قحطبل

وَقَدْ قَالَ لَوْلَا اَنْتَ اَوَّلُ الْوَسْطَاحِ

وَقَدْ أَخْرَجُوهُ لَمِنْ آخِرِ قَوْلٍ

۳۶ وَفِيهَا أَحَادِيثٌ صَحَّاحٌ تَوَاتَرَتْ

اور اس بارہ میں حدیثیں تواتر کر تہ تکلف سے کئی بین جن کی سلف اور خلف نے تخریج کی ہے

وَإِنَّا لِلرَّاجِعِينَ أَحْسَنُ مَوْعِلٍ

۳۷ فَلَنْ لِي شَرِيعًا إِذْ آتَيْتَكَ رَاجِعًا

پس آپ میرے لئے شفاعت فرمائیں اس لئے کہ میں امیدوار نہ کیا ہوں اور آپ امیدواروں کیلئے بہترین موعیل

وَإِنَّا لِلْعَاصِمِينَ أَحْسَنُ مَوْعِلٍ

۳۸ وَأَنْتَ تَمَالُ لِمُنْذِرِينَ وَعَصَمَةٍ

اور آپ ہی گنہگاروں کے لئے ٹھکانہ اور جائے پناہ ہیں اور آپ ہی بہترین موعیل ہیں

فَلِلَّهِ مَا أَقْوَى تَمَالُ الْمُؤْمِلِ

۳۹ شَفَاعَتُكَ الْعُطَى مَا دَرَى فَلَاحِي

آپ کی شفاعت ہی میرا دوی اور مجاہد ہے سبحان اللہ اس امیدوار کے جائے پناہ کی قدرت قوی ہے

كَمَا زَلَّتِ الصَّغْوَاءُ بِالتَّنْزِيلِ

۴۰ عَسَى أَنْ يَزِلَّ الذَّنْبُ عَنِّي ذُرِّي

امید ہے کہ آپ کی شفاعت سے میرے گناہ مجھے اس طرح پھسل جائیں جس طرح پانی کا قطرہ چٹوڑے پتھر سے پھسل جاتا ہے

بِكَلْمَةِ صَخْرٍ حَطَّ السَّيْلُ مِنْ قَلْبِ

۴۱ عَسَى أَنْ يَحْطَ الْوَرَعُ عَنِّي وَخَوَّيْ

اور امید ہے کہ میرا گناہ اس طرح پھینک دیا جائے جس طرح سخت پتھر باندی سے گر جاتا ہے

بِقَاءِ عَيْمٍ دَائِرٍ غَيْرِ مُبْدَلٍ

۴۲ عَلَيْكَ صَلَوةُ اللَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ

خدا تعالیٰ کی آپ پر ہمیشہ رحمت ہو جب تک کہ جنت کے غیر مبتدل نعمتیں باقی ہیں

كَلِمَةٍ الْيَدَيْنِ فِي حَيٍّ مُكَلَّلٍ

۴۳ عَلَيْكَ سَلَامُ اللَّهِ مَا ذَرَّ شَارِقٌ

اور آپ پر خدا کا سلام ہو جب تک کہ کوئی چمکنے والی چیز چمکتی رہے جس طرح فلیظا ابر میں ہاتھ چمکتے ہوئے معلوم ہوں

صَبَاحٌ وَهَذَا الصَّبَاحُ مِنْهَا كَأَمَلٍ

۴۴ أَوَّلٍ وَاصْحَابٍ كَانُوا وَجُوهَهُمْ

اور آپ کے آل و اصحاب پر جن کے چہرے صبح کی طرح روشن ہیں بلکہ صبح بخان سے کچھ بہتر نہیں -

اللَّهُمَّ بِفَضْلِكَ الْعَيْمِ وَبِحَبَاهِ نِيَاكَ الْكَرِيمِ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُحْشَرِينَ فِي زُمْرَتِهِ وَأَمِنَّا عَلَى حُبِّهِ وَسِيرَتِهِ
 آمِينَ - اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ واجْعَلْ مَوْتِي بِكَلِمَةٍ رَسُولِكَ آمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
 يَا ذَا الْجَلَالِ الْإِكْرَامِ سُحْبَانِ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ

انشاء العبد الضعيف المدعو محمد ادریس کان اللہ

لہ و لوالدیہ